رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۰

شرح چندہ
سالانہ ....
ششماہی ....
سہ ماہی .... عار

قیمت فی پرچہ (۲ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

اڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلش نمبر

شرح چندہ
سالانہ ....
ششماہی ....
سہ ماہی .... عار

قیمت پُرانا پرچہ (۴ر)

جلد (۵) | ۱۳ردے ۱۳۵۵ف | ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ | ۱۷ر نومبر ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۳۱

مشرقی ممالک کی آزادی سے محرومی

دوسری جنگ عظیم کا ماحصل

انڈونیشیا کی آزادی کے لئے کشمکش سے سارے ایشیا میں ہل چل پیدا ہو گئی ہے جب سے کہ چرچل نے یہ اعلان کیا تھا کہ چار آزادیاں صرف یورپین ممالک کا اجارہ ہیں ایشیا کی قوموں نے محسوس کر لیا کہ دوسری جنگ عظیم کے اختتام سے حقیقی امن دنیا میں قائم نہیں ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بعض افراد اور جماعتوں نے بھی یہی محسوس کیا ہو، لیکن ان کی آواز نقارخانہ میں طوطی کی آواز سے زیادہ نہیں کیونکہ ان کی حکومتیں جو جمہوریت کی مدعی ہیں دنیا پر ایک نیا نظام مسلط کرنے کی فکر میں ہیں۔ ایک قدامت پسند رکن پارلیمنٹ نے ایک بار لکھا تھا کہ:

"جب امن کا دور آئے گا ہم جنگ کا زمانہ یاد کریں گے۔"

جنگ کے زمانہ میں بہت سے واقعات ایسے رونما ہوئے اور ایسے خطرات پیدا ہو گئے کہ اقوام متحارب کو بہت سے وعدے کرنے پڑے ان وعدوں میں سب سے بڑا وعدہ یہ تھا کہ دنیا میں امن قائم کیا جائے گا اور جمہوری طرز زندگی کی ضمانت دی جائے گی۔ لیکن جب ان وعدوں کو پورا کرنے کا وقت آیا تو ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟ فلسطین میں یہود و عرب مسئلہ نے نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ امریکہ کے یہودی پریسیڈنٹ ٹرومن پر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے دباؤ ڈال رہے ہیں۔ مصر اور مشرقی وسطیٰ میں ایک عام بے چینی پیدا ہے۔ ہندچینی اور انڈونیشیا میں آزادی کے لئے ایک انقلابی تحریک جاری ہے۔ یہ چند نتائج ہیں اس جنگ کے جو جمہوریت کے لئے لڑی گئی تھی۔

آزادی اور انصاف قیام امن کے لئے شرائط مقدم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سائنس کی ترقی سے دنیا سکڑ کر چھوٹی ہو گئی ہے دنیا کا کوئی حصہ اب الگ نہیں رہا۔ مختلف اقوام میں ربط و ضبط کے مواقع بڑھ گئے ہیں۔ وِنڈل ولکی کے الفاظ میں "ایک دنیا" نے ہمیں تیار کر دیا ہے کہ ساری اقوام کو متحد ہو کر آگے بڑھنا چاہئے۔ کیونکہ قیام امن کا مسئلہ ایک قوم یا ایک ملک کا نہیں بلکہ ساری اقوام اور ساری دنیا کا ہے۔

امن کا یہ عام تصور ہے جس سے انڈونیشیا اور ہندچینی کے باشندوں کو محروم کیا جا رہا ہے۔ جاوا میں جس کو یورپین اقوام جنت سے تعبیر کرتے ہیں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں ان کو ہندوستان کے باشندے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جب انڈونیشیا کی تحریک آزادی نے انقلابی صورت اختیار کر لی تو مغربی جرائد کے نامہ نگاروں نے اس تحریک کے نامدین کو باغی، دہشت انگیز اور جاپان کے آلہ کار لکھنا شروع کر دیا لیکن جب اس قسم کی تحریک ان ممالک میں پیدا ہوئی تھی جو جرمنی کے مقبوضہ تھے تو اس تحریک کی خوب تعریف کی گئی تھی۔ جب ڈاکٹر سوکارنو کی حکومت کو انڈونیشیا کے باشندوں کی زبردست تائید حاصل ہو گئی تو بیرونی صحافت نگاروں کے لہجہ میں تبدیلی ہو گئی۔ ان کا یہ پروپیگنڈا کامیاب نہ ہو سکا اور اصل حقیقت کو ایشیائی ممالک سے چھپایا نہ جا سکا۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ہندوستان کے باشندوں نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ ان کے ہمسایوں کی تحریک آزادی کو دبانے کے لئے ہندوستانی فوجیں استعمال کی جائیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی فوجیں امن و نظم قائم رکھنے کے لئے استعمال کی جا رہی ہیں۔ مگر ہندوستان کے باشندے جانتے ہیں کہ امن و نظم کے قیام کے کیا معنی ہیں۔ گذشتہ جنگ کے بعد بھی برطانوی فوجیں شاید امن و نظم کے قیام کے لئے روس کو روانہ کی گئی تھیں۔ اس کا جو نتیجہ ہوا اس سے ہم سب واقف ہیں۔ انڈونیشیا میں امن و نظم کے قیام کا یہ مطلب ہے کہ ولندیزوں کی جانب سے جاوا کو پھر فتح کیا جائے۔ ایشیا کے ممالک نے اس منظر کا مشاہدہ کیا ہے جب کہ سفید فام اقوام کی بڑی بڑی سلطنتیں دشمن کے ایک حملے میں مسمار ہو گئیں۔ ان کے حکمران فرار ہو گئے۔ دوران کی سامراجی طاقت ناپید ہو گئی اور اب یہی سلطنتیں دوسروں کی مدد سے اپنے کھوئے ہوئے مقبوضات پھر حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ یہ وہی سلطنتیں ہیں جنھوں نے یورپ میں برطانیہ روس اور امریکہ کی مدد سے دوبارہ جنم لیا اور اب مشرق میں پھر اپنا سامراج قائم کرنا چاہتی ہیں۔

ان مسائل کو [illegible]

سوال یہ ہے کہ یورپین طاقتیں کیا محسوس کر رہی ہیں۔ یورپ کی [illegible] چشم پوشی کر رہی ہیں۔ اس قدر کیوں جنگ کی ہولناکیوں نے بھی ان کو استحصال [illegible] کے نتائج سے خبردار کر سکیں یورپین اقوام یہ سمجھ رہی ہیں کہ وہ یورپ میں چار آزادیاں قائم کر دیں گی اور مشرق کو ان آزادیوں سے محروم رکھ سکیں گی۔ مگر وہ یہ امن صرف اسی وقت قائم ہو سکے گا جب کہ مشرق بھی ان آزادیوں سے متمتع ہو سکے۔ ورنہ قیام امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

ہفتہ وار
مملکت

۱۳ اردی بہشت ۱۳۵۵ف

تحصیلداروں کی بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں

ایک زمانہ تھا جب کہ سر علی امام مرحوم کو جو ایک مقدمہ کی پیروی کے سلسلے میں پٹنہ سے حیدرآباد آئے ہوئے تھے، ایک تحصیلدار صاحب نے یہ مشورہ دیا تھا کہ وکالت کیا کرتے ہیں حیدرآباد میں تحصیلداری کر دو۔ یہ اس دور کی بات ہے جبکہ تحصیلداری کی خدمت پر کسی کا مامور ہو جانا اس امر کے مترادف تھا کہ اس شخص کو علاؤالدین کا چراغ مل گیا ہے۔ حکومت تھی، دولت تھی اور رنگ رلیاں۔ لیکن آج کی تحصیلداری ایک مشکل عہدہ کی چیز ہے۔ ہمارے نوجوان شریف و جوان تحصیلداری کے انتخابات میں شریک ہوتے ہیں اور منتخب ہونے کے لئے ممکنہ کوشش کرتے ہیں لیکن جب ایک بار منتخب ہو جاتے ہیں تب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک بلا مول لی ہے۔ آج کل تحصیلداری نہ تو طلب منفعت کا ذریعہ بن سکتی ہے اور نہ اظہار اقتدار کا وسیلہ۔ اب یہ صرف خدمت گذاری کا ایک ذریعہ ہے۔ ایسی خدمت گذاری جس پر تنقید و اعتراضات بہت لگ جاتے ہیں مگر صلہ یا حوصلہ افزائی کی توقع تقریباً معدوم ہوتی ہے۔ حالات کی اس تبدیلی کے کئی وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ حکومت سرکار عالی نے اب صرف محاصل کی وصولی کو تحصیلداری کا واحد فریضہ نہیں قرار دیا ہے بلکہ یہ عہدہ دار تعلقہ کے امن و امان کا بھی محافظ ہے، معاشی ترقی کا بھی ذمہ دار۔ اور غریب دہقان کو انسانی درندوں سے بچانا بھی اس کے فرائض میں داخل ہے۔ محکمہ مال فی الوقت قومی تعمیر کا ایک زبردست آلہ ہے۔ کاشتکاروں کی فلاح و بہبود، مواضعات نظم کی اصلاح، مقامی حکومت خود اختیاری کو فروغ دینے کی ذمہ داری، دیہاتوں میں سڑکوں کی تعمیر، آب رسانی کی فراہمی اور ان سب سے زیادہ کاشتکاروں کے انفرادی حقوق کی حفاظت یہ جملہ فرائض بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر عہدہ داران مال سے متعلق کر دیئے گئے ہیں۔ ایک طرف فرائض اور ذمہ داریوں میں یہ اضافہ ہوا اور دوسری طرف ان عہدہ داروں کے اختیارات میں تخفیف بھی ہوگئی۔ نہ پولیس ان کے ماتحت ہے اور نہ وہ عدالتی اختیارات کے حامل ہیں۔ فرقہ واری اداروں کا خاصہ اقتدار ہے۔ ان اداروں نے اپنی خفیہ اور علانیہ ریشہ دوانیوں سے تحصیلداروں کی زندگی حرام کر دی ہے۔ ہر روز نت نئی درخواستیں پیش ہوتی ہیں کبھی جلسہ کی اجازت چاہی جاتی ہے اور کبھی جلوس نکالنے کی۔ خانگی جھگڑوں سے ان پر تشدد ہوتا ہے۔ ان حالات میں ہمارے تحصیلداروں نے چند ناگوار مستثنیات سے قطع نظر جس عمدگی سے اپنے فرائض انجام دیئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ اہل ملک اس جماعت کے ممنون منت رہیں اور اپنے تعاون سے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

ہم نے چند ناگوار مستثنیات کا ذکر کیا ہے۔ ہم اس کی تفصیل بھی بیان کر سکتے ہیں لیکن واقف کار اصحاب سے ——— بالخصوص ایسے اشخاص جن کا پیشہ ہی تنقید و اعتراض ہے ——— ہم نے سنا ہے کہ بحیثیت مجموعی ہمارے تحصیلداروں میں تقریباً (۸۰) فی صد دیانت دار، فرض شناس اور خدا ترس ہیں۔ رسد اور ریونیو کے تغلبات کے ضمن میں تحصیلداروں نے جس تن دہی سے کام کیا ہے اس کی متعدد اطلاعیں ہمیں ہمارے اضلاع کے نامہ نگاروں اور احباب سے ملی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناموافق حالات اور ساہوکاروں کی خفیف مخالفت کے باوجود ہمارے نوجوان تحصیلداروں نے بڑی جانفشانی سے کام کیا اور باشندگان ملک کو ناگواریوں سے بچا لیا۔

گزشتہ ہفتہ نو امور تحصیلداروں کو رخصت کرتے ہوئے مولوی ظہیر احمد صاحب ناظم مستعدی مال نے ان نوجوانوں کو چند مفید اور عملی مشورے دیئے۔ وہ ہماری نظر میں اس قابل ہیں کہ نہ صرف تحصیلدار بلکہ قومی تعمیر کے سررشتہ جات کے جملہ عہدہ داران مشوروں کو اپنا لائحہ عمل بنالیں۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ

"زمانہ اس امر کا متقاضی ہے کہ عہدہ داری کا تخیل خدمت گزاری کے نصب العین میں مبدل ہو جائے۔ وہی تحصیلدار کامیاب ہو سکتا ہے جو اپنے تعلقہ کے باشندوں سے راست اور قریبی ربط رکھے۔ ان کے دکھ درد سے واقف ہو اور عہدہ دار، دیہی ساہوکار، وکلاء یا دیگر ملازمین سرکار کو عوام کی جائدادوں کے حقوق یا ان کے امن و چین پر دست درازی کا موقع نہ دے ۔ ۔ ۔ ۔ باشندگان تعلقہ کو کبھی اس رائے کے قائم کرنے کا موقع نہ دیجئے کہ فلاں عہدہ دار یا فلاں گرداور یا فلاں وکیل صاحب آپ کے پاس رسوخ و اثر رکھتے ہیں۔ اگر عوام اس قسم کا تصور قائم کرتے ہیں تو اس میں آپ کا وقار بھی متاثر ہوتا ہے اور آپ کے معترضین کو اس کا موقع ملتا ہے کہ وہ اپنے اس موقف سے ناجائز نفع حاصل کریں۔ جہاں تک حقوق کا مسئلہ ہے کسی سفارش یا پیروی کا اثر نہ لیجئے"

مولوی ظہیر احمد صاحب کی تقریر کا غالب پہلو یہ ہے کہ تحصیلداروں کا کام صرف محاصل وصول کرنا یا امن قائم رکھنا نہیں ہے بلکہ تعلقہ کی معاشی ترقی کے بھی وہی ذمہ دار ہیں۔ حیدرآباد کے نظم و نسق کا یہ ترقی پسند رجحان بہت خوش آئند ہے۔ ظہیر احمد صاحب نے ان خدمت گزاروں کو سماج کے ان عناصر کے خلاف متنبہ کیا ہے جو سماج کو گھن کی طرح کھائے جا رہے ہیں۔ موضع میں پٹیل پٹواری ہیں اور تعلقہ میں بڑے سرمایہ دار، وکلاء اور لیڈر۔ یہی وہ عناصر ہیں جن کے مقابلہ میں رعایا کی حفاظت کرنی ہے۔ اس حفاظت کے طریقے بھی مولوی ظہیر احمد صاحب نے تفصیل کے ساتھ بتائے ہیں۔ پہلا طریقہ آپ نے یہ بتایا ہے کہ وہ ان حضرات کی تنقیح

رعایا کی موجودگی میں کی جائے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ پٹیل پٹواری کو اس کا موقع نہیں ملے گا کہ وہ غلط اندراجات کرے محاصل وصول کرنے کے بعد انہیں عدم وصول ظاہر کرے، جائز وارث کے موجود ہوتے ہوئے بھی پٹہ داری میں وراثت کی کارروائیوں کو معرض التوا میں ڈال دے، یا غاصبانہ قبضہ کو جائز رکھے۔ دوسرا طریقہ آپ نے یہ بتلایا کہ قانون آسامیان شکمی، قانون معاش تحفظ، قانون انسداد انتقال اراضی اور قانون قرض دہندگان کے ان گنت فوائد سے رعایا کو متمتع ہونے کا موقع دیا جائے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ غلہ گودام کے قیام اور اتحادی جمعیت ترقیات دیہی کی کامیابی میں تحصیلدار سرگرم حصہ لیں اور آخری بات جو آپ نے کہی یہ تھی کہ:-

" حتی الامکان بھی ساہوکار،
" بڑے پٹہ دار اور دیگر ذی اثر
" اصحاب کے سب ہی وکیل بن کے
" آپ غریبوں، ناداروں، مفلسوں
" اور بالخصوص پسماندہ اور مظلوم
" اقوام کے وکیل اور دوست بن جائے۔

مولوی ظہیر احمد صاحب کا یہ مشورہ نہایت اہم ہے کہ تحصیلدار اپنے تعلقہ سے متعلق ایک مختصر رسالہ مرتب کرنے کی کوشش کرے جس میں اعداد و شمار کے علاوہ تعلقہ کی معاشی اور سماجی حالات آبادی وغیرہ، باشندوں کے رسم و رواج ان کی ذہنیت اور ان کی معاشی ترقی کے امکانات پر بحث کی جائے۔

آپ کا یہ مشورہ بھی نہایت موزوں اور برمحل ہے کہ تحصیلدار اپنے مطالعہ میں ایسی کتابیں ضرور رکھیں جو تحریک امداد باہمی اور دیگر دیہاتی مسائل سے متعلق ہوں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حیدرآباد کے تحصیلدار ان مشوروں پر عمل پیرا ہو جائیں تو وہ حیدرآباد کی معاشی دنیا میں ایک خوش گوار اور ساتھ ہی ساتھ خاموش انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ مملکت آصفیہ کی خدمت گزاری کے جو مواقع ایک تحصیلدار کو حاصل ہیں وہ شاید ہی دوسرے عہدہ دار کو حاصل ہوں۔

ہماری یہ قطعی رائے ہے کہ تحصیلداروں کے بڑھتے ہوئے فرائض اور ذمہ داریوں کے مدنظر ان کی تنخواہوں میں اضافہ کی شدید ضرورت ہے۔ ہم یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ ایک فرض شناس عہدہ دار کے لئے جس کی ذمہ داریاں اس درجہ سنگین ہوں دو سو تا چار سو کا گریڈ کافی نہیں ہے۔ ہماری رائے میں اس گریڈ کو تین سو تا پانچ سو میں مبدل کر دیا جائے تو تحصیلداروں کے ساتھ انصاف ہوگا۔

چین میں خانہ جنگی کے شعلے

چین میں رفتہ رفتہ خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں لیکن سامراجیوں کی خبر رساں ایجنسیاں اس کے بارے میں طرح طرح کی جھوٹی جھوٹی خبریں پھیلا رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے کمیونسٹوں نے مرکزی حکومت کی فوجوں پر حملہ کیا اور اس طرح اس خانہ جنگی کی ابتدا ہوئی لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ موجودہ خانہ جنگی کی ابتدا شمالی چین کے صوبہ شانسی سے ہوئی۔ شانسی کا گورنر جنرل ین ہے جو ۱۹۱۱ء سے برابر اس صوبہ میں حکومت کر رہا ہے۔ ۱۹۱۱ء سے آج تک چین نے زمانہ کے کتنے گرم و سرد دیکھے۔ کتنے حکمراں آئے گئے، کئی بار سیاسی انقلاب ہوئے۔ دس سال تک خانہ جنگی ہوئی۔ پھر جاپانیوں نے حملہ کیا لیکن جنرل ین کی گورنری میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ جنرل ین کو خطرہ اس وقت محسوس ہوا جب جاپان کو شکست ہوئی اور شمالی چین کے دوسرے علاقوں کی طرح شانسی میں بھی عوام کے اپنے نمائندوں کا اثر و اقتدار قائم ہونے لگا۔

جب ۱۹۳۷ء میں جاپانیوں نے حملہ کیا تو کچھ دنوں تک جنرل ین نے مقابلہ کی کوشش کی لیکن جاپانیوں کی کامیابی دیکھ کر بوڑھے جنرل نے یہی مناسب سمجھا کہ جاپانیوں سے میل کر لے لیکن شانسی کے سچے قوم پرست اور کمیونسٹ یہ ماننے پر تیار نہیں تھے۔ انہوں نے نئی شانسی فوج تیار کی اور جاپانی مورچہ کے پیچھے کمیونسٹ فوج سے مل کر جاپانیوں سے لڑنے لگے۔ آٹھ سال کی اس جنگ کے دوران میں نئی شانسی فوج کی طاقت اور اس کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا۔ جاپانیوں نے جب ہتھیار ڈالے تو شانسی کا بہت بڑا علاقہ پہلے ہی سے نئی شانسی فوج کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ جنرل ین کے پاس ساٹھ ہزار کی ایک مختصر اور ناتجربہ کار فوج ہے اور اس کا قبضہ شانسی کے ایک بہت چھوٹے سے علاقہ میں ہے۔ پچھلے دسمبر میں جنرل چیانگ کائی شک کی مرکزی حکومت اور کمیونسٹ حکومت میں سمجھوتہ کی بات چیت شروع ہوئی اور خیال تھا کہ اب چین کو خانہ جنگی کی لعنت سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی لیکن ابھی بات چیت

مرکزی حکومت اور کمیونسٹوں میں سمجھوتہ صرف اسی بنیاد پر ہو سکتا تھا کہ سارے چین میں جمہوری نظام قائم ہو، الکشن کئے جائیں اور صوبوں کے گورنر عوام منتخب کریں۔

بھلا شانسی کا جنرل ین یہ کیسے گوارا کر سکتا تھا، جمہوری انتخاب کا مطلب یہ تھا کہ ان کی تاحیات گورنری کا یکایک خاتمہ ہو جاتا۔ چنانچہ انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ مرکزی حکومت اور کمیونسٹوں کی بات چیت کامیاب نہ ہونے دی جائے۔ کومن تانگ پارٹی کے رجعت پسند لیڈروں نے بھی اس نیک کام میں ان کی ہمت بڑھائی۔ ابھی مرکزی حکومت و کمیونسٹوں کی بات چیت پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ شانسی کے علاقہ میں کمیونسٹ فوج پر یکایک حملہ کر دیا گیا لیکن مشہور یہ کیا گیا کہ ابتدا کمیونسٹوں کی طرف سے کی گئی اور پھر یہ الزام لگانا تو بہت آسان تھا کہ اس کی تہ میں سوویت روس کا ہاتھ ہے۔ لیجئے خانہ جنگی شروع ہو گئی!

خانہ جنگی شروع ہونے پر کومن تانگ نے تجویز کی کہ کمیونسٹ فوجیں ریلوے لائنوں سے ہٹ جائیں تو پھر ان پر حملہ نہیں کیا جائے گا لیکن کمیونسٹ فوجوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ اس طرح مرکزی حکومت کمک لائے گی، پھر پوری تیاری کے بعد حملہ کرے گی۔

دو دن بعد کومن تانگ نے نئی تجویز پیش کی کہ دونوں طرف کی فوجیں لڑنا بند کر دیں حکومت ریل سے اپنی فوجیں بھیجنے سے پہلے کمیونسٹوں سے مشورہ کرے گی۔ کمیونسٹوں نے یہ تجویز بھی نہیں مانی۔ انہوں نے کہا لڑائی بند کرنے کا حکم دینا ہے تو صرف چند جگہوں پر نہیں بلکہ ملک میں ہر جگہ دینا چاہئے۔ اگر سارے ملک میں حکومت لڑائی بند کرنے کا حکم دے تو کمیونسٹ بھی لڑائی بند کر دیں گے۔

ہندوستان میں قومیت اور فرقہ واریت

از

پروفیسر جی، ڈی، پارک

ہندوستانی قومیت بدیسی حکومت کی پیداوار ہے۔ اگر آپ تاریخ کا غیر جانب داری سے مطالعہ کریں تو آپ اسی نتیجہ پر پہونچیں گے۔ بدیسی حکومت کے تحت ملک میں سیاسی اور معاشی وحدت قائم ہوئی جس میں نقل و حمل اور رسل و رسائل کے جدید ذرائع سے اس میں بڑی مدد ملی۔ خود قوم اور قومیت کا تصور بیرونی ممالک سے ہمارے پاس آیا۔ گذشتہ صدی میں ہندوستان کے قومی لیڈروں نے بدیسی ممالک کے مصنفین سے بہت استفادہ کیا۔ اس لئے اگر میں یہ کہوں کہ ہندوستانی قومیت بدیسی حکومت کی آفریدہ ہے تو آپ کو خفا نہ ہونا چاہئے۔ لیکن میرا یہ ہرگز منشا نہیں کہ اگر بدیسی حکمران یہاں نہ آتے تو ہم میں قومی شعور پیدا ہی نہ ہوتا۔ قومی شعور پیدا ضرور ہوتا مگر ذرا دیر سے۔

ہندوستانی قومیت نے عجیب و غریب صورتیں اختیار کیں۔ سیاسی قومیت کے ساتھ جس کا مقصد سیاسی اقتدارات حاصل کرنا ہے، معاشی قومیت بھی پیدا ہوگئی۔ اور اب ہم ملک کی قومی تحریک میں تہذیبی قومیت کے رجحانات بھی دیکھ رہے ہیں۔ اور تہذیبی قومیت نسلیت کی ایک خصوصیت ہے۔ آس والڈ اسپنگلر جو نسلیت کا مفسر ہے سائنس کو بھی قومی سائنس سے تعبیر کرتا ہے۔ مثلاً لے اعلان کیا تھا کہ آریائی نسل تمام اقوام عالم سے بہتر ہے۔ اور جرمنی میں جملہ فلسفے [illegible] اس نظریہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہم ہندوستان میں مشرقی معاشیات اور ہندوستانی سائنس وغیرہ جیسے الفاظ بھی سنتے ہیں۔ اس طرح علم و فکر کے دائرہ میں بھی قومیت کارفرما ہو رہی ہے۔

ایک طرف تو ملک کی قومی تحریک میں ایسے خطرناک رجحانات پیدا ہو رہے ہیں اور دوسری طرف یہ قومی تحریک اپنے مقصد کے حصول میں ناکام ثابت ہو رہی ہے۔ گذشتہ ربع صدی سے ہمارے ملک کی قومی تحریک بالکل سطحی بنیادوں پر چلائی جا رہی ہے اور اس کا مطمح نظر قدیم تہذیب کو احیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ تحریک ملک کی آزادی کے حصول کے لئے باشندگان ملک کو متحد کرنے میں ناکام ہو چکی ہے اس ناکامی کے اسباب بالکل عیاں ہیں۔ ہمارے ملک میں دو بڑے فرقے آباد ہیں۔ ہندو اور مسلمان اور ان دو فرقوں کا ماضی مشترک نہیں ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کے ہیرو مشترک نہیں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قومی تحریک کے لیڈر ماضی کے احیا کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مسلمانوں کے ذہن میں شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس قومی تحریک کی ایک بنیاد مذہبی بھی ہے۔ اس کا مطمح نظر رام راج قائم کرنا ہے۔ ایک مسلمان سے آپ کیسے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ اس نصب العین سے متاثر ہوگا۔ اس کو نہ تو رام پر اعتقاد ہے اور نہ اس کے راج پر۔ لیکن ہندوستانی قومیت رام راج کے نصب العین سے متاثر ہے اور اسی کے احیا کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جب ان دو فرقوں کا ماضی مشترک نہیں ہے تو ماضی کا کوئی نصب العین ان دونوں میں مشترک نہیں ہو سکتا لیکن جب آپ رام راج قائم کرنے کا خیال ظاہر کرتے ہیں تو مسلمان قدرتی طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آپ ایک ایسا راج قائم کرنا چاہتے ہیں جس سے مسلمانوں کا مذہب خطرہ میں پڑ جائے گا۔ اگر آپ قومی تحریک پر احتیاط کے ساتھ غور کریں تو آپ کو اس میں ایسی خصوصیات نظر آئیں گی جو مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے بہت قابل اعتراض ہے۔ حالانکہ قومی تحریک کا مقصد یہ بیان کیا جاتا رہا ہے کہ ملک کی آزادی کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کریں لیکن اب مسلمان یہ سوچ رہے ہیں کہ اقتدار ہندوستانیوں کے ہاتھ میں منتقل ہونے کے بعد کہیں انہیں انگریزوں کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی میں تو جانا نہیں پڑیگا۔ لہٰذا پاکستان کا مطالبہ اسی رد عمل کا نتیجہ ہے۔

پاکستان کا مطالبہ ان وجوہ سے پیدا ہوا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک ایسی قومی تحریک جس کا مقصد ماضی کا احیا ہو۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے کوئی مشترک نصب العین پیش نہیں کر سکتی۔ اس لئے مسلمان یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ملک کا ایک حصہ ان کو دے دیا جائے اور باقی حصے پر ہندو [illegible] رہیں اور وہ وہاں رہ اپنا اسلام راج قائم کریں۔ پس ہندوستانی قومی تحریک نے اتحاد پیدا کرنے کے بجائے دو قوموں کے نظریہ کو وجود میں لانے کا باعث ہوئی [illegible] ہندو مسلم مسئلہ نہیں ہے جنوب میں دراوڑی قوم ہے شمال میں سکھ ہیں اور ان کے علاوہ پست اقوام بھی ہیں یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ جب تک ہم [illegible] مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیٹھ جائیں گے تو ہمیں دو نہیں بلکہ کئی قوموں سے سابقہ پڑتا ہے۔ کیا یہی وہ چیز ہے جس کو حل کرنے کے لئے قومی تحریک شروع ہوئی تھی۔ اب ان لوگوں کو برا بھلا کہنے سے کوئی فائدہ نہیں جو اپنی ایک علٰحدہ مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اب سوال صرف یہ نہیں ہے کہ ہر صوبہ سے یہ ضمانت کی جائے کہ وہ ہندوستانی یونین میں رہنا چاہتا ہے یا نہیں۔ ملک کے مختلف طبقات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ایک مشترک مقصد پیش کیا جائے اور ہندوستانی قومی تحریک کوئی مشترک مقصد پیش کرنے میں ناکام رہی اور ہندوستانی قومیت ایسا کوئی مشترک مقصد پیش نہیں کر سکتی۔ فرقہ واری مسئلہ صرف اشتراکیت کے ذریعہ حل ہو سکتا ہے۔ جو کام قومی تحریک نہ کر سکی وہ اشتراکی تحریک کر سکے گی۔ مثلاً اگر آپ مسلمانوں سے یہ کہیں کہ آپ ملک کی معاشی زندگی کو اس طرح منظم کرنا چاہتے ہیں کہ (۹۰) فی صدی آبادی کا معیار زندگی بلند ہو سکے تو کیا مسٹر جناح یہ کہیں گے کہ یہ ہندو مطالبہ ہے؟ کیا مسٹر ساورکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کو خوش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہی ایک ایسا حل ہے جو باشندگان ملک کو متحد کر سکتا ہے۔

اس کی وضاحت ایک مثال سے کی جا سکتی ہے۔ ملک میں عام انتخابات عمل میں آنے والے ہیں۔ کانگریس، لیگ، اور مہاسبھا کے نمائندے منتخب ہو جائیں گے۔ لیگ کہے گی ہم ہندوستان کی تقسیم چاہتے ہیں۔ آپ کہیں گے تقسیم نہیں ہو سکتی جھگڑا پھر شروع ہوگا۔ یہ مسئلہ اقوام سے بھی حل نہ ہوگا۔ کانگریس کہتی ہے کہ ہندوستان میں ایک قوم ہے، لیگ کہتی ہے نہیں۔ دو قومیں ہیں۔ اس طرح

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

حیدرآباد نے
غذائی مسائل کو کس طرح حل کیا

غیر سرکاری ارکین کا اشتراکِ عمل

مسٹر میر اکبر علی خان جو کل ہند مرکزی مشاورتی مجلس الغذیہ کے ایک رکن ہیں جو حال ہی میں اس مجلس کے اجلاس میں شرکت ہونے کے لئے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک صحافتی بیان جاری کیا جس میں حکومت حیدرآباد کے غذائی پالیسی کی اہم خصوصیات کی وضاحت کی گئی ہے اس بیان کا متن حسب ذیل ہے:۔

"گرگرکی کمیٹی کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ہندوستان میں تقریباً تمام صوبوں اور ریاستوں نے اشیاء کی قیمتوں پر نگرانی کو اپنے غذائی نظم و نسق کا بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ لیکن حیدرآباد نے قیمتوں پر نگرانی کے احکام جس طریقہ سے نافذ کئے اس کا علم ہندوستان کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا کیونکہ اس کی بعض خصوصیات اب جنگ عظیم کی اسکیموں میں بھی اہمیت رکھتی رہیں۔

جب یہ طے پایا کہ حکومت زرعی پیداوار کے مرکزی دیہات میں راست کاشتکار سے غلہ خریدے تو اس کی وصولی کا کام دیہات کے چار یا پانچ غیر سرکاری اور دو سرکاری ارکین پر مشتمل کمیٹیوں کے سپرد کیا گیا۔ ان کمیٹیوں کا کام یہ تھا کہ وہ ہر کاشتکار کی پیداوار کا اندازہ لگائیں اور اس بات کا تعین کریں کہ اسے حکومت کو کس تعداد غلہ فروخت کرنا ہوگا۔ اس طرح سرکاری حصہ پیداوار کی اسکیم میں جو ایک عنصر کو غیر سرکاری ارکین کا تعاون حاصل کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ حصول غلہ کے نظام کی دوسری اہم خصوصیت گوداموں میں غلہ کی نگرانی کا انتظام اور کاشتکاروں کو قیمت کی فوری ادائی ہے یہ کام مقامی یونٹوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ یہ یونٹ مقامی تاجروں یا امداد باہمی کی انجمنوں پر مشتمل ہیں۔

حصول غلہ کی اسکیم کے نفاذ میں غیر سرکاری ارکین کا اشتراکِ عمل حاصل کرنے کا ایک اچھا اثر یہ ہوا کہ چھوٹے عہدہ داروں کے لئے رشوت لینے اور اپنے عزیز و اقارب کی پاسداری کرنے کے مواقع کم ہو گئے ہیں۔ اس اسکیم کا نظم و نسق جمہوری عناصر کے تفویض کرنے کی وجہ سے اس کی غیر ہر دلعزیزی کو بے اثر کر دیا گیا۔

غیر سرکاری ارکین کے اشتراکِ عمل کی داستان یہیں ختم نہیں ہوتی۔ دیہی کمیٹیوں اور مقامی یونٹوں کے علاوہ ہر حلقہ میں سپرنٹنڈنٹ ضلع پر اور مرکز میں غذائی مشاورتی مجالس قائم ہیں۔ مرکزی مشاورتی مجلس غذائیہ نے ایک مجلس عاملہ منتخب کی ہے جس کے اجلاس ہفتہ میں ایک دفعہ ہوتے ہیں۔ یہ مجلس حکومت کو رسد رسانی سے متعلق تمام امور پر مشورہ دیتی ہے۔ قیمتوں کا تعین کرنے یا ان پر نظر ثانی کرنے کے معاملہ میں مرکزی مشاورتی مجلس غذائیہ کے ارکین کے علاوہ مخصوص تجارتی مفادات سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ راشن بندی کے علاقوں میں فراہم کئے جانے والے غلہ کی نوعیت جانچ کرنے کے لئے غیر سرکاری ارکین اور تاجروں پر مشتمل ایک کمیٹی بھی قائم ہے۔

غذائی نظم و نسق میں غیر سرکاری ارکین کا اشتراکِ عمل کرنے سے ایک نہایت خوش گوار نتیجہ برآمد ہوا ہے اور اس کا امکان ہے کہ اس سے حیدرآباد ہندوستان کے دوسرے حصوں کے لئے باعث تقلید بن جائے۔ میرا اشارہ اس تجربہ کی طرف ہے جس کی رو سے اجناس خوردنی کے معاملہ اور تقسیم کے لئے تحریک امداد باہمی سے استفادہ کیا جائے گا۔

ماہرین معاشیات ہمیں یہ بتلاتے رہے ہیں کہ کاشتکار کی حالت سدھارنے کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اسے زیادہ سے زیادہ امداد دی جائے۔ "لنلتھگو رپورٹ" "شرائل اگریکلچرل کمیٹی رپورٹ" اور حالیہ "بمبئی پلان" سے اس خیال کی مزید تائید ہوتی ہے بعض حالات میں کاشتکار کو امداد باہمی کی کسی انجمن میں شریک ہونے اور اجتماعی طور پر اپنی پیداوار فروخت کرنے کی ترغیب دینا آسان نہ تھا۔ خود اس کا جمود اور اس کے طبقہ کی عام بے حسی اور یہ واقعہ کہ وہ گاؤں کے بنئے کا (جس پر اس تحریک سے ضرب لگتی ہے) بالکلیہ مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، اس اسکیم کی کامیابی کے راستہ میں حائل تھا۔ غذائی حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت حیدرآباد نے اپنے غذائی نظم و نسق کو امداد باہمی کی بنیادوں پر قائم کیا اور حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کو ایک مستقل ادارہ کی حیثیت سے برقرار رکھنے کے متعلق اپنے فیصلہ کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ ادارہ اپنی موجودہ شکل میں نہیں بلکہ حیدرآباد کو اپریٹیو کارپوریشن کی حیثیت باقی رہے گا اور امداد باہمی کی انجمنوں کے ایک وسیع جال جن کی شاخیں ممالک محروسہ کے چھوٹے سے چھوٹے موضع میں بھی پھیلی ہوئی ہوں گی۔ مرکزی ذمہ دار ادارہ ہوگا۔

ذیل میں اس اسکیم کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہر موضع میں ایک غلہ گودام ہوگا۔ ان غلہ گوداموں میں کاشتکار کی طرف سے حکومت کو فروخت کردہ غلہ کا آٹھواں حصہ جمع کیا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں موضع کی "لیوی" کا آٹھواں حصہ چھوٹے کاشتکاروں اور مزدوروں کے فائدہ کے لئے خود موضع میں محفوظ رہے گا۔ اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ موضع کے غریب اور حاجتمند طبقوں کو اپنی ضرورت کے مطابق غلہ حاصل کرنے کیلئے بنئے کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ غلہ گودام بھی کسی قسم کی مدد دیں گے کا جو ساہوکار کی تمام صورتیں ختم کر دیں گی۔ جب ایک مرتبہ غلہ گودام مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائیں گے دیہی آبادی کے ایک بڑے حصہ کو بنئے اور ساہوکار کے پنجوں سے نجات مل جائے گی۔ یہ غلہ گودام امداد باہمی کی تعلقہ واری انجمنوں سے ملحق ہوں گے جو ۲۰ یا ۲۵ مواضعات کے ہر علاقہ میں تعلقہ واری انجمن کی ایک شاخ ہوگی۔ اگرچہ ان انجمنوں کی حیثیت مختلف الاغراض انجمنوں کی ہوگی لیکن ان کا خاص کام متعلقہ زرعی پیداوار کو فروخت کرنا اور اس بات کا تعین کرنا ہوگا کہ کاشتکار کو اس کی محنت کا معقول معاوضہ ملے۔

صارفین کے نقطۂ نظر کو بھی ایسے ہی اصولوں پر منظم کرنے کی تجویز ہے۔ یہ راست پیداکنندوں کی انجمنوں سے کاروبار کریں گے اور اس طرح درمیانی نفع خوروں کا ایک حد تک خاتمہ کر دیا جائیگا۔ پیداکنندہ اور صارف دونوں کو اس اسکیم سے جو فائدہ پہنچے گا اس کا پورا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ صارفین کی ادا کی ہوئی رقم کا صرف ۳۰ فیصد حصہ پیداکنندوں کو پہنچتا ہے۔ باقی ۷۰ فیصد درمیانی آدمی کی جیبوں میں جاتا ہے۔ اس اسکیم کے تحت یہ رقم پیداکنندوں اور صارفین کے درمیان دونوں کے مستقل فائدہ کے لئے آسانی سے تقسیم کی جا سکتی ہے۔

حیدرآباد کے غذائی نظم و نسق کا یہ رخ وہ ہے جسے کاشتکار کے تمام ہی خواہ پسندیدہ نظروں سے دیکھیں گے اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ اس تجربہ کو تمام ہندوستان میں اختیار کیا جائے۔ [illegible] تجربے کا فائدہ اٹھائیں اور ایک دوسرے کی معلومات کا [illegible] تعلقہ واری انجمنوں کو مرکزی ادارہ میں [illegible] کو اپریٹیو کارپوریشن سے ملحق کیا جائے گا۔

میں کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ [illegible] ریاست میں زرعی پیداوار [illegible] جس سے کاشتکاروں کی بہتری [illegible] حاصل ہوا ہے۔

غذائی مسئلہ کا ایک پہلو جس پر ہندوستان [illegible] عوام کی مجموعی خوشحالی [illegible] ضروری ہے [illegible] [illegible] باعث [illegible] [illegible] [illegible]

سیاسی نمک پارے

(از)

کشاف

ہم سمجھتے ہیں:

اس بات کو کانگریس کا انتخابی منشور "ہندوستان کی آزادی" ہے۔ آزادی ہر جماعت چاہتی ہے۔ مگر جماعت کے اس آزادی کا مقصد الگ ہے۔ مسلم لیگ کے نزدیک پاکستان کا مطلب آزادی ہے۔ اور مہاسبھا کے نزدیک اکھنڈ ہندوستان۔ ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی بھی یہی چاہتی ہے۔ اور عوام کی حکومت یہی چاہتی ہے۔ مگر خبر نہیں وقت سے پہلے اس آزادی کا کیا مفہوم ہے۔ (ایک خاص)

ہندو کانگریس کی اس خبر سے کہ پرچم فلسطین کے ساتھ ... ہر دل میں نفرت ہوا تھا۔ فلسطین کے مسائل سے زیادہ ... تقریر میں پنڈت ... آزادی سے فقرے کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم آزاد ہر شخص ... کی آزادی ہمارا مقصود ہے۔

نوابزادہ لیاقت علی خاں کو نصیحت کرتے ہوئے مولوی ظفر احمد صاحب نے ... الی نے مختلف مشورے دئے اور فرمایا کہ:

جب ... پہنچیں اور ... کے لئے انہیں تیری کی اشیا خریدنا پڑے تو تعجب نہ کیجئے۔

جس شخص سے دل خرید تھا ہم کو
اب سر ہوتی ہیں اس کے ہاں سے ...

مولوی ظفر احمد صاحب کی اس تقریر کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دوست اپنا استاد ہے ... کرنے لگے کہ جب کوئی مسلمان تعصب کا اور کوئی تعصب سے کچھ لیتا ہے ہمارے نکتوں میں تعصب ہو جاتا ہے لیکن جب کوئی ہندو تعصب ... کرتا ہے تو کوئی ... نہیں ہوتا۔

... پنڈت نے ... فلسطین ... اس جنگ ... [illegible] ... کا میاب ... (ایک خبر)

شرافت ... کو جنگ اور ... دونوں ایک ساتھ ختم ہو گئیں۔

افسوس ہے کہ دوسری غیر مسلم جماعتیں کے اختلافات سے ... مسلمان کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ ان جماعتوں میں بھی سخت اختلافات ہے ایک دوسرے پر تنقید کی جا رہی ہے لیکن گالی گلوچ اور ... کی بوچھاڑ نہیں ہے جو صرف مسلمانوں کے انتخابی میدان میں نظر آتی ہے۔ (پیام)

معاصر محترم کی اس خبر ... [illegible]

اور حقیقت پسند ہو رائے کی تائید اسوسی ایٹڈ پریس کی حسب ذیل اطلاع سے بھی ہوتی ہے جس میں کانگریسیوں نے عدم تشدد کی پوری طرح پابندی کی ہے۔

روہتک میں کانگریسیوں اور اکالی سکھوں میں زبردست تصادم ہو گیا اور چار شخص سخت مجروح ہوئے۔ تصادم کی وجہ یہ تھی کہ سردار جنگل سنگھ ... نے تقریر کرتے ہوئے کانگریس پر تنقید کی اور اس کو ایک ہندو جماعت سے تعبیر کیا۔ تصادم میں کرپان اور لاٹھیوں کا آزادی سے استعمال کیا گیا۔

یہ اور کھناطہ ضروری ہے کہ پرچم فلسطین کے سلسلہ میں جو ... ہوا ... نتیجہ ... ہے۔ ہمیں اپنے محترم دوست مولوی ابوالحسن ... صاحب کے احتجاج کی پرزور تائید ... (بی ... سے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سٹر ... مولوی صاحب کے ... پر چند دن رک کر ... کو کارٹون کے لئے ایک اچھا موضوع مل سکتا ہے۔

... ہند کے ایک معاصر نے یہ خبر شائع کی ہے کہ:

پی ... کی کانفرنس جے پور کے موقع پر پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک جلسہ کو مخاطب کیا اور دولت مند افراد پر سخت نکتہ چینی کی جس کے عوام کی جیت سے فائدہ اٹھا کر ... اس جلسہ میں جے پور کے دولت مند افراد نے پنڈت جی کی خدمت میں ... [illegible]

ایک کیپ ... [illegible] ... کی۔

ہمیں باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ اس کیپ ... کو پنڈت جی نے اس لئے قبول کیا کہ اس میں وہ روپیہ شامل نہیں تھا جو چور بازار سے حاصل کیا گیا تھا۔ ہماری اس اطلاع کی توثیق قاضی صاحب بھی کر سکتے ہیں جو جے پور سے ابھی واپس آئے ہیں۔

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:

ریاست ... ذمہ دارانہ حکومت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مہاراجہ نے وعدہ کیا ہے کہ ... سے مشورہ کے بعد وہ اپنی اس اسکیم کو نافذ کرینگے۔

ریاست ... اور اس قبیل کی دوسری ریاستوں کو جو ذمہ دارانہ حکومت کا اعلان تو کر دیا مگر نافذ نہیں کریں۔ پنڈت نہرو بھی مبارکباد دیتے ہیں اور ... بھی۔ مگر جب ... کی اجازت کے بغیر کچھ ہو نہیں سکتا تو ... مبارکباد ... غالب کا یہ مصرعہ یاد آ جاتا ہے۔

"کس ... کی ... سے ... تک"

سمجھا جاتا ہے کہ مولوی ابوالحسن ... نے بمبئی میں قائد اعظم مسٹر جناح سے ملاقات کی۔ (... پریس)

اب یوں سمجھئے کہ ... [illegible]

... [illegible] ... پنڈت نہرو کی ... جائیگی ... (ایک خبر)

... [illegible]

مسئلہ فلسطین

سابق وائسرائے کا خط مسٹر جناح کے نام

مسٹر جناح!

آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۹ مئی کے ذریعہ متعلق فلسطین کی پالیسی سے آئے ہوئے خط کی ایک نقل میرے پاس روانہ کی تھی اور مجھ سے اس پر (متعلق فلسطین کے خلاف) غور کرنے کی خواہش کی تھی مجھے افسوس ہے کہ میں اس سے قبل آپ کو جواب نہ دے سکا کیونکہ مجھے ملک معظم کی حکومت سے صورت حال معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔

میرے خیال میں مجھے اول یہ بات صاف کر دینی چاہئیے کہ ملک معظم کی حکومت کو مفتی موصوف سے کوئی تعلق نہیں ہے اور مفتی موصوف کو فلسطین واپس جانے کی اجازت نہیں دی جائیگی [illegible] دارالعوام میں دیا گیا ہے۔ اور [illegible] کسی طرح مفتی موصوف تک نہیں پہنچا ہے۔ مفتی موصوف نے اپنی تمام مدت جنگ میں اپنے آپ کو فلسطین کے برطانوی نظم و نسق کا مستقل مخالف ثابت کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ بلوہ، فسادوں اور دہشت انگیزی کی حالیہ مہم کی ابتدائی ذمہ داری بھی ان ہی پر عائد ہوتی ہے۔ قرطاس ابیض میں برطانوی حکومت کی جو پالیسی مرتب کی گئی اس کے ذریعہ عربوں کے مطالبات پورا کرنے کی کافی کوششیں کی گئیں۔ لیکن اس کے [illegible] سے [illegible] کو کوئی مدد نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس [illegible] مشرقی وسطیٰ میں برطانوی حکومت اور [illegible] برطانوی حکومت کے خلاف [illegible] اور بہت اچھی جگہوں کے مرکز کی حیثیت اختیار کر لی۔

ان حالات میں آپ کو ایسے ذرائع کی شائع شدہ بیانات کو قبول کرنے میں کافی احتیاط سے کام لینا چاہئیے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرطاس ابیض کی اشاعت سے فلسطین میں جب [illegible] ہوا کہ ابھی کشیدگیاں رفع ہو [illegible] عربوں نے محسوس کر لیا کہ اس قرطاس کے ذریعہ ان کے مطالبات کی بہت بڑی حد تک تکمیل کی گئی ہے اور آغاز جنگ کے وقت سے جبکہ عرب قوم کی طرف سے اتحادی اغراض و مقاصد کی تائید و حمایت کا اظہار وسیع پیمانہ پر مظاہروں کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ ملک میں امن عامہ قائم [illegible] کی کوششیں برابر کامیاب ہوتی رہیں اور [illegible] جاری ہونے کے بعد صورت حال [illegible] فلسطین کے [illegible] نظام کو ہنگاموں کے زمانہ کے جرائم پر اپنے فیصلوں کی نظر ثانی کرنے کا موقع ملا اور ایسے بہت سے اشخاص کو رہا کر دیا گیا جو نظر بند رکھے گئے تھے۔ آپ کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ حال میں بعض عارضی [illegible] کے قواعد (ایمرجنسی ریگولیشنز) میں اس طرح ترمیم کی گئی ہے کہ فوجی عدالتوں کو سزائے موت دینے کا اختیار حاصل نہیں رہا اور ایسے مقدمات کی سماعت کے اختیارات واپس لے لئے گئے جن میں جرائم کا ارتکاب اس تاریخ سے قبل ہوا ہو۔ توقع ہے کہ اب حالات اس کی اجازت دے دیں گے کہ ہنگامی [illegible] کے ماتحت [illegible] اختیارات کی [illegible] تخفیف کر دی جائیگی۔

آخر میں میں آپ کو ان تدابیر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو مئی ۱۹۳۹ء کے قرطاس ابیض میں مرتب کی ہوئی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس وقت تک اختیار کی گئی ہیں۔ یعنی قرطاس ابیض کے مطابق اپریل ۱۹۴۴ء سے یہودیوں کی توطن پذیری میں اضافہ کی [illegible] اور [illegible] اس نوازمین کا [illegible] ان سے آپ اخبارات کے تذکروں اور حوالوں کی وجہ سے واقف ہوں گے۔ یہ تدابیر کہ ۱۹۴۰ء میں [illegible] تھے اور اس کی تدابیر کے ذریعہ عرب زراعتی کے مفاد میں انتقال اراضی پر [illegible] کے احکام جاری کئے گئے تھے۔ آپ کو یقین کر لینا چاہئیے کہ عربوں کے جائز مطالبات پر ملک معظم کی حکومت نے ہمیشہ کافی غور کیا ہے اور آئندہ بھی کرتی رہے گی۔

آپ کا مخلص

(دستخط)

لنلتھگو

ترکی و روس کے معاہدہ کا اختتام

لندن ۔ ۱۰ نومبر ۔ ترکی اور روس کا معاہدہ غیر جانبداری و عدم اقدام جس کو منسوخ کرنے کی باضابطہ اطلاع ماسکو نے [illegible] کو دی تھی کل ختم ہو گیا۔ واضح ہے کہ نئے معاہدہ کے لئے ان دونوں ملکوں میں کوئی راضی نامہ نہیں ہوا ہے۔ روس و ترکی کے باہمی تعلقات اور خصوصاً دردانیال کے بین الاقوامی مرتبہ کے بارے میں آئندہ کارروائی کی نسبت قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔

گزشتہ اگست میں سوویٹ اقتدار نے ترکی حکومت کے روبرو ایک یادداشت پیش کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ [illegible] میں معاہدہ مونٹرو کی [illegible] کے لئے [illegible] قرار دیا گیا تھا۔ (۱) [illegible] سوویٹ یونین کی [illegible] حاصل ہو جائے اور (۲) دردانیال کی [illegible] روس کو [illegible] ۱۹۳۶ء میں ترکی کو دے دیے تھے۔

ترکی حکومت نے یہ واضح کر دیا تھا کہ ان دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط بھی قابل قبول نہیں ہے۔ اور اس کے بعد سے کسی نئی دستاویز کے بارے میں ترکی اور سوویٹ یونین میں راضی نامہ کی کوئی اطلاع نہیں آئی۔

دردانیال کے مستقبل کے بین الاقوامی مسئلوں کی اہمیت برطانوی اور امریکی نقطۂ نظر سے [illegible] کہ میثاق انقرہ میں آ جانے کو [illegible] بین الاقوامی منصب قرار دیا گیا تھا۔ اس کو صرف بین الاقوامی راضی نامہ سے ہی بدلا جا سکتا ہے۔ اور یہ ترکی اور کسی دوسری دولت کے بین دو دولتی [illegible] کا موضوع نہیں ہو سکتے۔

ترکی حکومت نے اعادہ کیا کہ راضی نامہ انقرہ کی کوئی نظر ثانی صرف اسی وقت قابل قبول ہوگی جب اس میں ترکی کے اقتدار اعلیٰ کا احترام کیا جائے گا۔ [illegible] کے بعد اس سے آگاہ کیا گیا [illegible] حکومتوں کو چاہئیے کہ [illegible] نظر ثانی کی نسبت اپنے خیالات سے حکومت ترکی کو مطلع کریں۔ [illegible] ایک یادداشت [illegible] مطلق حوالہ کی گئی [illegible] سے اطلاع دی تھی۔

سمجھا جاتا ہے کہ برطانیہ [illegible] حکومت اس امر پر غور کر رہی ہے کہ آیا ایک یادداشت جس میں امریکہ کے خیالات [illegible] ہوں گے حکومت ترکی کے [illegible]

ممالک محروسہ سرکار عالی میں

تحریک امداد باہمی کی ترقی

حکومت نے محکمۂ امداد باہمی کی تنظیم جدید کے لئے حال ہی میں ایک اسکیم منظور کی ہے جس پر سالانہ تقریباً ۱۳ لاکھ روپے کے مصارف عائد ہوں گے۔ اس اسکیم کے بعض اہم اجزا کو روبعمل لایا جا چکا ہے۔ پچھلے ۳۰ سال سے امداد باہمی کی تحریک زیادہ تر بنک کاری کی تحریک رہی ہے۔ اب اس کی نئے سرے سے تنظیم کی گئی ہے تاکہ اسے دیہی آبادی کی معاشی اور سماجی ضروریات سے ہم آہنگ بنایا جائے۔ اس کا مقصد ایسے موزوں معاشی ادارے قائم کرنا ہے جن کے ذریعہ ان کو ایک صحت بخش جذبہ پیدا ہو جائے۔ اس مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے کثیر المقاصد باہمی انجمنیں قائم کی جا رہی ہیں تاکہ زرعی اشیاء کی پیداوار اور نکاسی میں مدد دی جائے اور اشیاء خوردنی کپڑا اور دیگر ضروریات زندگی سستے داموں فروخت کی جا سکیں۔

ہندوستان کا غذائی بحران جس کی وجہ سے نگرانی کے کئی احکام کا نفاذ اور اشیاء خوردنی اور دوسری ضروری اشیاء کی پیداوار، ذخیرہ بندی اور تقسیم کے لئے ایک نئے ادارہ کا قیام ضروری ہو گیا تھا تمام زرعی سرگرمیوں میں امداد باہمی کے مقصد کو شامل کرنے کی اس نئی حکمت عملی کی تکمیل میں بڑی حد تک معاون ہوا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ سرمایہ داروں کی نفع اندوزی اور پیدا کنندہ اور صارف دونوں کے استحصال کا انسداد کرنے کے لئے زرعی پیداوار کی حمل و نقل پر حکومت کی نگرانی ضروری تھی لیکن یہ انسداد پیدا کنندہ اور صارف کے عملی تعاون کے بغیر ممکن نہ تھا اس لئے غذائی نظم ونسق میں امداد باہمی کی تحریک کو شریک کر کے ان دونوں کا اشتراک عمل حاصل کرنا ضروری سمجھا گیا۔

کاشتکار کو ادائی حصہ پیداوار کے ذریعہ حکومت نے ہر کاشتکار کے لئے لازمی قرار دیا ہے کہ وہ زیر کاشت رقبہ کے ہر ایکڑ پر اپنی غذائی پیداوار کا ایک حصہ فروخت کرے۔ اس طرح وصول کردہ غلہ کو ان کم پیداوار کے حلقوں میں منتقل کیا جاتا ہے یا امداد باہمی کے اداروں کے ذریعہ مقامی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حکومت نے کاشتکاروں کو اس امر کا اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی "لیوی" کا اضافی حصہ سرمایہ حصص کے طور پر مقامی غلہ گوداموں میں جمع کرائیں۔ یہ غلہ اراکین کو کاشت کے اغراض کے لئے یا گھریلو استعمال کے لئے بطور قرض کے ۵ فی صد سود پر دیا جاتا ہے۔ اس طرح غلہ گوداموں کے قیام سے مواضعات میں غذائی قلت اور تخمی ضروریات کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس تدبیر کا مقصد یہ ہے کہ کاشتکار کو قرض کے بار سے نجات دلائی جائے اور اس کی خوشحالی اور معیار زندگی میں اضافہ کیا جائے۔ اب تک تقریباً تین ہزار غلہ گوداموں کی رجسٹری ہو چکی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اگلے تین سالوں میں ممالک محروسہ سرکار عالی کے (۲۰) ہزار مواضعات میں سے ہر موضع میں ایک غلہ گودام قائم ہو جائے گا۔

تعلقہ واری انجمن ائے ترقیات

امداد باہمی کی انجمنیں ممالک محروسہ کے تقریباً تمام [illegible] میں اس غرض سے قائم کی گئی ہیں کہ زرعی اشیاء کی پیداوار اور نکاسی میں مدد دی جائے اور ضروریات زندگی کو سستے داموں پر فروخت کیا جائے۔ یہ انجمن پیدا کنندوں، صارفین اور تاجروں کے مفادات کی کامل طور پر نمائندہ ہیں۔ ان انجمنوں کے کاروبار کو تجارت پیشہ طبقہ کے ایسے اراکین کے تفویض کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جو تجارت میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں زراعت سے متعلق شاہی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ "پیداوار کی بہترین نکاسی کا مقصد لازمی طور پر موجودہ نظام میں کسی وحدت کو ختم کرنا نہیں بلکہ اس نظام کو اس طرح چلانا ہے کہ اس سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔" اس لئے تجویز نہیں ہے کہ تاجروں کو ان کے اس آبائی پیشہ سے بے دخل کر دیا جائے جس میں وہ صدیوں سے مصروف رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان انجمنوں کے سرمایہ حصص کا ایک بڑا حصہ جس کی مقدار تقریباً دو کروڑ روپیہ ہے تجارت پیشہ طبقہ کی ملکیت ہے۔

یہ انجمنیں اصل میں کاروباری ادارے ہیں اور محکمۂ رسد کی زیر ہدایت بڑے پیمانہ پر زرعی پیداوار کی برآمدی تجارت کا کام انجام دے رہی ہیں۔ کمیشن ایجنٹوں کی حیثیت سے ان انجمنوں کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ فی پلہ ۸ آنے فیس وصول کریں جو ان کی محفوظات میں جمع ہوتی ہے۔ اب تک ان انجمنوں نے صرف مونگ پھلی کی برآمد پر تقریباً ۱۵ لاکھ روپیہ کمیشن اور دالوں کی برآمد پر اتنا ہی کمیشن حاصل کیا ہے۔ امداد باہمی کے اصول پر کاروبار کرنے سے جو گراں منافع حاصل ہوتا ہے اس کی ایک عمدہ مثال کوآپریٹو سنٹرل ٹریڈنگ سوسائٹی لمیٹڈ فراہم کرتی ہے جو دو سال پہلے قرضاً حاصل کئے ہوئے چار لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے قائم کی گئی تھی۔ اب نہ صرف یہ کہ پورا قرض ادا کر دیا گیا ہے بلکہ انجمن کو پانچ لاکھ روپیہ سے زائد خالص منافع حاصل ہوا ہے۔

غلہ کو حفاظت سے گوداموں میں رکھنے کا انتظام کرنا تعلقہ واری انجمنوں کی اہم سرگرمیوں کا ایک جزو ہے۔ ورنگل اور حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے تقریباً ایک سو مقامی یونٹوں کا نظم ونسق چلاتی ہیں۔ حکومت نے ریاست کے طول وعرض میں گوداموں کی تعمیر کے لئے ۵۰ لاکھ روپیہ کا ایک ٹرسٹ قائم کیا ہے۔ یہ گودام کرایہ کے اصول پر خریدی کے تحت تعلقہ واری انجمنوں کے حوالے کئے جائیں گے اور آئندہ انہیں "اجازت یافتہ گوداموں" کی حیثیت سے استعمال کیا جائے گا۔ اس طرح پیداوار کی نکاسی اور منظم زرعی تھیلی بندی کے مسئلہ کا فوری حل نکل آئے گا۔ اس اقدام سے پیدا کنندوں اور صارفین کی قیمتوں کے بیرونی تفاوت کو کم کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

اصلاح معاشرت کے میدان میں یہ انجمنیں تعلیم، صحت اور صفائی کے اہم اور فوری مسائل پر اپنی توجہ مرکوز کریں گی۔ نیز یہ دیہی کاریگروں کو خام اشیاء مہیا کر کے اور ان کی مصنوعات کی فروخت کا انتظام کر کے دیہی صنعتوں کی اصلاح و ترقی میں بھی مدد دیں گی۔ تعلقہ واری انجمنوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی دیہی ترقی کے لائحہ عمل کے مختلف اجزا کو روبعمل لانے کے لئے ایک اساسی خاکہ مرتب کریں۔

علاوہ ازیں مرکزیت کے خطرات سے بچنے کے لئے ان انجمنوں کی شاخیں تعلقہ کے علاقوں میں ۱۵۰، ۲۰۰ مواضعات کے لئے اور مرغزاری میں ۲۰۰، ۳۰۰ مواضعات کے لئے قائم کی جا رہی ہیں۔ ہر شاخ کی مجلس عاملہ ان تمام حصہ داروں پر جو وہ افراد ہوں یا انجمنیں مشتمل ہوں گی جو کسی شاخ کے دائرہ اختیار میں رہتے

بنتے ہوں یا واقع ہوں ، یہ صنعت زار (؟)۔
ارکین کی ایک مجلس انتظامی منتخب
کریں گے ان میں سے جو اراکین اس علاقہ
میں قائم شدہ انجمنوں اور میں اقطار ادی
سہ داروں کے نمائندہ ہوں گے جو اراکین
متعلقہ کے تحصیلدار یا تعلقدار کی طرف
سے نامزد کئے جائیں گے جو اس انجمن کے صدر
نشین ہوں گے ۔ نامزدگی کے وقت مجلس میں
ایسے مفادات کی نمائندگی کو پیش نظر رکھا
جائے گا جو اس ادارہ کے کاروبار کو کسی
رکاوٹ کے بغیر چلانے کے لئے ضروری ہیں
متعلقہ داری انجمن کی مجلس عام
شاخوں کی مجلس انتظامی کے اراکین پر
مشتمل ہوگی ۔ اس مجلس انتظامی میں حسب
ذیل ۱۰ اراکین ہوں گے ۔

۱۔ متعلقہ داری انجمن کی ہر شاخ کا
ایک نمائندہ ۔

۲۔ حسب ذیل قومی تعمیری محکموں کے
سات سینئر عہدہ دار جو اراکین بحیثیت عہدہ
ہوں گے ۔

۳۔ ۱) محکمۂ امداد باہمی
۲) محکمۂ علاج حیوانات
۳) محکمۂ زراعت
۴) محکمۂ صحت عامہ
۵) محکمۂ تعلیمات
۶) محکمۂ صنعتیں اور
۷) مارکٹنگ

۴۔ باقی اراکین متعلقہ داری انجمنوں
کے صدر نشین کے نامزد کردہ اور تعلقدار
صاحب کے منظور کردہ ہوں گے ۔

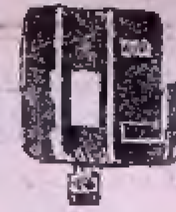
مستقر ضلع پر ایک انجمن ترقیات
ضلع قائم کی جائے گی جس کے صدر نشین
اول تعلقدار صاحب یا ڈسٹرکٹ کلکٹر ہیں
اور ناظم یا نائب عہدہ مددگار رجسٹرار امداد
باہمی ہوں گے ۔ ضلع کی تمام متعلقہ داری
انجمنیں اس سے ملحق ہوں گی ۔ انجمن ضلع کی
حیثیت صرف ایک مشاورتی ادارہ کی
ہوگی اور یہ رجسٹرار امداد باہمی کی ہدایت

بغیر کوئی کاروبار نہ کرے گی ۔ اس
انجمن کی بدولت تعلقہ داری انجمنوں کو
ایک دوسرے کے تجربہ سے فائدہ اٹھانے
اور تبادلۂ خیال کرنے کا موقع ملے گا ۔
ضلع کی انجمنیں صدر جمعیت اتحاد امداد
باہمی سے ملحق ہوں گی جو اس تحریک کا
بالائی مشاورتی ادارہ ہوگا ۔ یہ ان کے
معلومات کے باہمی تبادلہ کا ذریعہ ہوگی
اور اپنے اراکین کو نہ صرف حیدرآباد میں
بلکہ بیرونی ممالک میں بھی امداد باہمی کے
مختلف اداروں کے طریقۂ کار اور
نظام العمل کے متعلق معلومات بہم پہنچائیگی
تعلیم اور پروپگنڈا اس سرگرمیوں کا اہم
جزو ہیں ۔ امداد باہمی کی نشر و اشاعت
ماہواری رسالہ "گاؤں سدھار" کے ذریعہ
کی جاتی ہے جو تمام ملکی زبانوں میں شائع
ہوتا ہے ۔ تجویز ہے کہ صدر جمعیت اتحاد
امداد باہمی سے ایک شعبہ منصوبہ بندی کو
ملحق کیا جائے جو متعلقہ داری انجمنوں کو
اسکیمیں مرتب کرنے میں مدد دے گا ۔
اس نئی اسکیم کی ایک اہم خصوصیت
ساہوکاروں اور تجارت پیشہ طبقہ کو
امداد باہمی کی تحریک میں شامل کرنا ہے ۔
ابھی اسکیم میں رجسٹرار امداد باہمی نے لکھا ہے
اس تحریک کے بانیوں نے اکثر موقعوں پر
ملک کی زرعی معیشت اور عوام کے
سماجی تعلیم کو نظر انداز کر دیا ہے

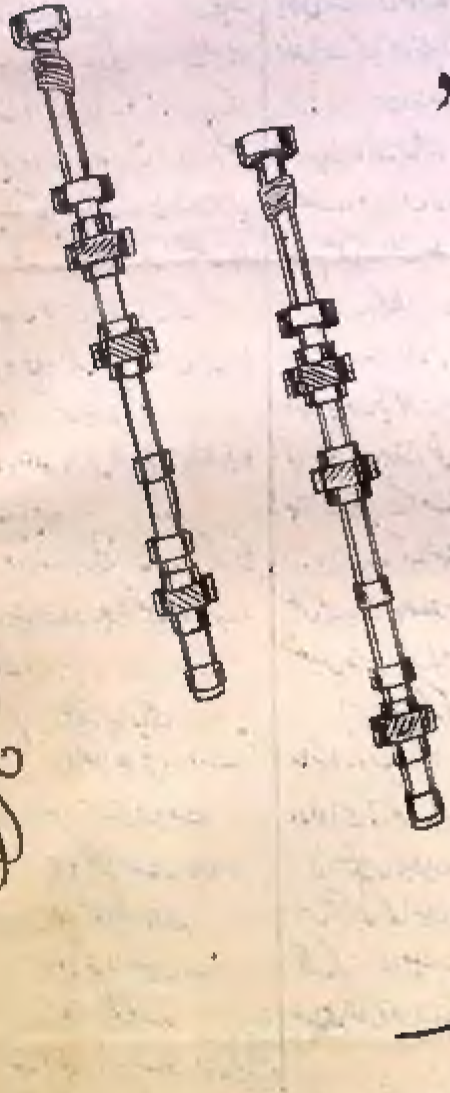
معاشیات کے ایک نظام کے طور پر کرنے کے
بجائے فلسفہ اخلاق کے ایک نظریہ کے
طور پر کی جا رہی ہے ۔ اس کے علاوہ اس
تحریک کو ہمیشہ غیر ملکی لباس میں پیش
کیا جاتا رہا ہے بلکہ یا
ڈنمارک کی انجمنوں کے کارناموں کا جو اثر ہے کہ
اس تحریک کی افادیت کا عوام کو قبول کرنا
نظر بیا ناممکن ہے ۔ عوام کی بڑی اکثریت
ان پڑھ اور طبقاتی ہے ۔ وہ ان
چیزوں کے باوجود وہ اپنے اطراف دیکھتے ہیں

کسی دوسری چیز کا نقشہ نہیں کر سکتے ۔ لیکن وہ
اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں اپنے کاروبار
کی نگرانی کس طرح کرنی چاہئیے ان کے
طریقے کتنے ہی بھدے کیوں نہ ہوں ۔ ابتداء
قدیم سے ہندوستانی سماج پیشہ ورانہ
بنیاد پر ذات پات اور فرقوں میں منقسم
ہے ۔ اس میں ساہوکار کو امتیازی مقام
حاصل رہا ہے اور اب بھی حاصل ہے ۔ ذات
پات کے طریقے کے محاسن و معائب کے
بارے میں چاہے کچھ بھی کہا جائے اس واقعہ
سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ہمارے سماجی
نظام کا لازمی جزو ہے ۔ آج بھی مروت کی
اثر کے باوجود جس نے گاؤں کی اجتماعی زندگی کو
بری طرح درہم برہم کر دیا ہے ۔ گاؤں میں
سماج کے مختلف طبقات گروہ داری
اساس پر خدمات انجام دیتے ہیں ۔ حکومت
کی مالگذاری کی پالیسی کے تحت مواضعات
کے مروجہ "باڑہ داری" نظام کو تسلیم
کیا جاتا ہے اور اس کے عام قوانین اور
روایات پر عمل کیا جاتا ہے ۔ اگر اس
سماجی نظام کو تسلیم نہ کیا جائے اور ایک
اچھوت کی حیثیت سے ساہوکار کو امداد
باہمی کی تحریک کے دائرہ عمل سے خارج
کیا جائے تو یہ ایک بھول ہوگی ۔
یہ اسکیم دیہاتیوں کو امداد باہمی
کے اصولوں کی تربیت دینے اور پروپگنڈہ
کے ذریعہ ان میں باہمی مفاد کے لئے
باہمی اتحاد کا جذبہ پیدا کرنے پر زور دیتی
ہے ۔ "کہ دیہی آبادی کے منتشر اور بکھرے
ہوئے افراد کو اجتماعی زندگی کی ایک
ٹھوس، مضبوط اور یکجہتی وحدت میں منتقل
کیا جائے ۔
یہ کچھ مدت ہوئی ایک خصوصی کمیشن
آئی سی ایس امداد باہمی کا ایک ترقی ادارہ
قائم کیا گیا ہے ۔ امداد باہمی معاشیات کو بھی
حیثیت (جس میں دیہاتوں میں دیہی زندگی
کی تنظیم نو شامل ہو جاتی ہے) ترقی
کی خاطر دلچسپی اور تنظیم دیہی کے نظری اور عملی

پہلوؤں پر لیکچر دئے جاتے ہیں ۔ پٹن چیرو کے
مرکز تنظیم دیہی میں عملی تربیت کا انتظام
کیا گیا ہے وہاں نہ صرف محکمہ امداد باہمی
کے عہدہ دار اور عمال ہی تربیت
حاصل کر رہے ہیں بلکہ تعلقہ داری اور
مواضعاتی انجمنوں کے عہدہ دار و ملازمین
اعزازی کارکنوں اور اراکین کو بھی
تربیت دی جائے گی ۔
اس اسکیم کی ایک اور اہم خصوصیت
یہ ہے کہ صیغۂ تنقیح نظم ونسق سے بالکل علحدہ
ہے ۔ یہ صیغہ چیف آڈیٹر کے تحت میں کام
کیا ہے اور صیغہ بینک کاری اور شعبہ
کاروبار کی نگرانی کے لئے دو مددگار
چیف آڈیٹر مقرر کئے گئے ہیں ۔ ہر ضلع
میں ایک آڈیٹر ضلع اور تین سینئر اور تین
جونیر آڈیٹر ماموری ہیں ۔ اس انتظام کی
بدولت رجسٹرار امداد باہمی کو کارگزار
عمل کے ذریعہ ہر انجمن کے حسابات کی
جانچ اور آزادانہ طور پر تنقیح
کرنے کا موقع ملے گا ۔
صیغۂ اعلیٰ کی مدد کے لئے ہر ضلع کے لئے
ایک مددگار رجسٹرار ... ایک انسپکٹر
مرکزی بنک کے لئے ایک سپروائزر ۔۔۔
انجمنوں کے ہر گروہ کے لئے ایک نگراں ہے ۔
نشر و اشاعت کے لئے ایک علحدہ اسکیم کی
منظوری حکومت کے زیر غور ہے ۔ تعلقہ جات اشٹور
اور امراآباد میں قدیم تعمیر کی اصلاح کے لئے خاص
اسکیموں کو بروئے کار لایا جا چکا ہے ۔ اور
نظام ساگر پراجکٹ کے تحت اس سلسلہ میں
مدد کا کام دیا جا رہا ہے ۔ سابق فوجیوں کی
زرعی آبادیاں نو آباد یاں قائم کرنے اور
تنگبھدرا پراجکٹ اور دیگر پراجکٹ کے
تحت امداد باہمی کے اصولوں پر نو آبادکاری کو
تیز کرنے کے لئے ایک اسکیم بھی حکومت
کے زیر غور ہے ۔



CINEMA TALKIE ECQUIPMENT



مشکلے نیست کہ آسان نہ شود

حیدرآباد دکن میں جتنی کہ اس وقت سیناؤں کی
ضرورت محسوس کی جارہی ہے اس کو اب حکومت
محسوس کر رہی ہے اور امید ہے کہ اجازت نامے
عنقریب جاری ہو جائیں گے صرف مشینوں کی دقت کا
مسئلہ تھا وہ اب مسٹر جی پی ٹونگے سکندرآباد کنگسوے ایبل
ہاؤس نے اطمینان بخش مشین فراہم کرلی ہے۔ اور اب تو
ہر جگہ ایک سینما قائم کیا جا سکتا ہے

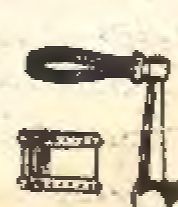
پاور - سمپلکس - آرکو
ڈیوری - وغیرہ مکمل حالت میں



متفرق سامان ہر وقت کنٹرول زنجیر

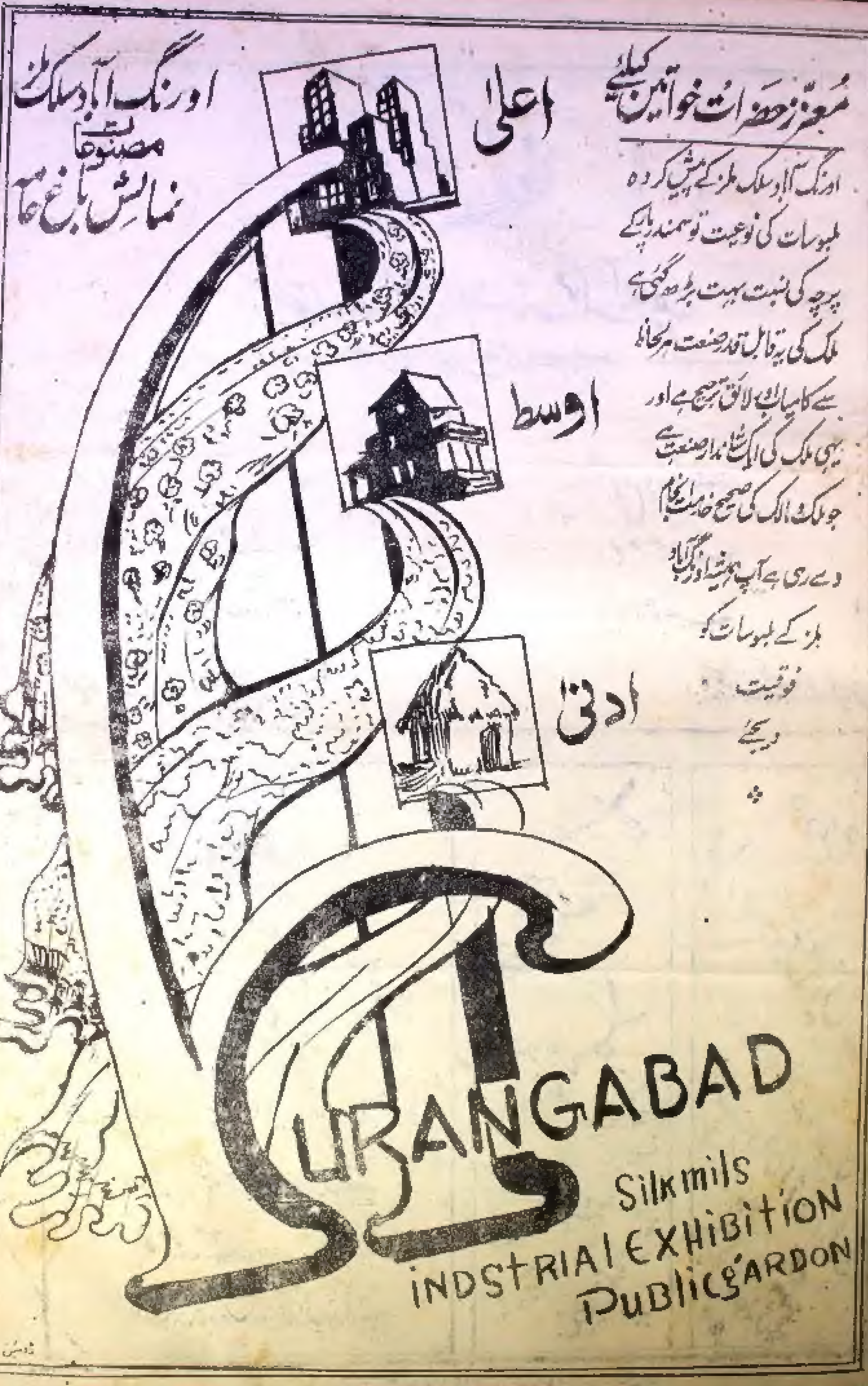
خرید فرمائیے





PROP: G. P. TONGAY

Kingsway BibleHouse
Secunderabad



مُعزّز حضرات خواتین کیلئے
اورنگ آباد سلک مل کے پیش کردہ
ملبوسات کی نوعیت توہمند پارچے
پرچہ کی نسبت بہت بڑھ گئی ہے
ملک کی یہ قابل قدر صنعت مرحلہ
سے کامیاب لائق ترجیح ہے اور
یہی ملک کی ایک شاندار صنعت ہے
جو ملک و اہل ملک کی صحیح خدمت انجام
دے رہی ہے آپ ہمیشہ اورنگ آباد
مل کے ملبوسات کو
فوقیت
دیجئے
اورنگ آباد سلک مل
مصنوعات
نمائش باغ عامہ
اعلیٰ
اوسط
ادنیٰ
AURANGABAD
Silkmils
INDSTRIAL EXHIBITION
PUBLIC GARDON

یومِ خواتین

آٹھویں نمائش مصنوعات ممالک آصفیہ

(مقام باغ عام)

۱۵ دے ۱۳۵۵ ف .... یوم دوشنبہ

۱۹ دے ۱۳۵۵ ف .... یوم جمعہ

۲۶ دے ۱۳۵۵ ف .... یوم جمعہ

داخلہ ٹکٹ خواتین کیلئے ۴ / بچوں کیلئے ۲ /